بسم اللہ الرحمان الرحیم

برادر عزیز!

السلام علیکم۔ آج ہی آپ کا خط موصول ہوا' محسوس ہوتا ہے کہ میری دوبارہ نظر بندی پر آپ اچھے خاصے جذباتی ہو چکے ہیں' مجھے اس کا احساس آپ کے خط کو پڑھنے سے ہوا۔ میں آپ کو گزشتہ خطوط میں بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ آزمائشیں ان شاء اللہ ہمیں جانب منزل پیش قدمی کرنے سے نہیں روک سکیں گی' بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جب تک اس ملک میں اسلامی نظام کو غلبہ نصیب نہیں ہوتا اس وقت تک یہ پورا ملک ہمارے لئے جیل خانے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے بڑی جیل سے چھوٹی جیل میں کبھی کبھار منتقلی ہمارے اعصاب کو متاثر نہ کر سکے گی۔ البتہ مخالفت کے زعم میں جس بڑے پیمانے پر اس ملک میں قانون کی مٹی پلید کی جا رہی ہے اور قانون کی مشینری کو جام کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں' اس سے دکھ ضرور ہوتا ہے کہ آخر اس ملک کا مستقبل کیا ہو گا' کیونکہ تاریخ شاہد ہے کہ جب کسی آمر نے لوگوں کے جذبات کے اظہار کو غیر فطری طریقے سے روکنے کی کوشش کی اس کے رد عمل کے طور پر پورا معاشرہ انارکی کے راستہ پر جا نکلا۔ سوچتا ہوں کہ وہ قوم جس نے ستائیس سال قبل بڑی تمناؤں' آرزوؤں اور امیدوں کے سہارے پاکستان کے قیام کی صورت میں اپنی زندگی کے سفر کا آغاز کیا تھا' آج اس کی تمناؤں کا خون کیوں ہوا ہے' آج س کی آرزوؤں کا گلا کیوں گھونٹ دیا گیا ہے؟ آج اس کی امیدوں کے چراغوں کو کیوں بجھا دیا گیا ہے؟ یہ اہتمام تو کسی گھر کو لوٹنے سے پہلے کیا جاتا ہے' کہیں میرے پیارے وطن اور میرے گھر کو بھی لوٹنے کی سازش تو نہیں کی جا رہی؟ کہیں راہزنوں کے ہاتھوں میں تو قیادت کی باگیں نہیں تھما دی گئیں' کیونکہ ایسے ماحول کو ایسی فطرت اور قماش کے لوگ ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ آزادی اور جمہوریت کی فضا میں اس ذہنیت کے حامل لوگوں کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ میں ارد گرد دیکھتا ہوں کہ شاید کہیں سے جواب مل جائے' مگر جواب نہیں ملتا' اور جواب ملے بھی تو کیسے کہ میرے چاروں طرف موت کا سناٹا ہے' لوگ موجود ہیں مگر ان کے ہونٹ سلے ہوئے ہیں۔ آخر چارہ کار کے طور پر میں اپنے ضمیر کو پکارتا ہوں کہ شاید اس کی طرف سے

راہنمائی ہو' ضمیر مجھے مایوس نہیں کرتا ------ اور ضمیر نے کبھی کسی کو مایوس کیا بھی نہیں' یہ الگ بات ہے کہ انسانوں نے ضمیر کو بری طرح مایوس کیا ہے ------ میرے ضمیر نے میرے پکارنے پر سہمے ہوئے اور ڈرے ڈرے انداز میں اثبات میں سرہلایا کہ ہاں ماحول میں گھٹن اسی بنیاد پر ہے کہ گھٹن اور حبس کو کشادگی اور آزادی کا نام دینے والے لوگ بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اور جب تک ان کی شرح میں کمی نہ ہوگی یہ حبس اور گھٹن بھی ختم نہ ہو سکے گی۔

رفیق من! یہ حبس اور گھٹن پیدا نہیں ہوئی بلکہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسے قوم پر مسلط کیا گیا' تاکہ قوم کے اندر بیداری کے جراثیم پنپ نہ سکیں' اور وقت کے امیر و سلطان کا احتساب نہ ہو سکے۔ ان کی اعتدال کی حدود کو پھلانگتی ہوئی سرگرمیوں پر معاشرے کی طرف سے کوئی قدغن نہ لگائی جا سکے' یہ کام کرنے کے لئے ملک میں طبقہ واریت کو پیدا کیا گیا' تعلیمی اداروں کو تجارتی منڈیوں میں تبدیل کرتے ہوئے آئندہ ملازمتوں اور ترقی کے تمام تر ذرائع امراء کے طبقے کے لئے مخصوص کر دیئے گئے۔ دوسری طرف معاشرے میں عزت و وقار کے لئے تقوی و پرہیز گاری کو بنیادی حیثیت حاصل ہونے کے بجائے دولت' جاہ و منصب اور نسب کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی اور تیسری طرف عوام کو سیاسی تربیت سے محروم رکھتے ہوئے چھوٹے چھوٹے مفادات کے نام پر اپنی پارٹیوں اور اپنے دھڑوں کے لئے ان کی خرید وفروخت کا سلسلہ شروع ہوا' جس کے نتیجہ میں سیاست ایک امیر آدمی کا شغل ٹھہری' غربت یہاں بھی درد دل رکھنے والے انسان کے پاؤں کی بیڑی ثابت ہوئی کہ جسے توڑے بغیر اس وادی میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کی جا سکتی تھی' ان حالات میں غریبوں کا کام چھابڑی اٹھانا اور امراء کی جوتیوں کو سیدھا کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہ رہا۔ اگر کسی متوسط درجے کے گھرانہ کا کوئی بچہ کسی طرح زیور تعلیم سے آراستہ ہو بھی گیا تو سفارش کے نہ ہونے کی بنا پر سو روپے کی کلرکی کے لئے بھی ترستا رہا' اور کسی کا گروپ مضبوط اور صاحب وسائل ہوا تو میٹرک فیل کے باوجود کوئی اسے گورنری اور وزارت اعلی کے منصب پر فائز ہونے سے نہ روک سکا۔ اسی کے نتیجہ میں ملک میں احساس محرومی نے جنم لیا' اس ملک کے بدخواہ تو شروع ہی سے اس ملک کی جڑوں کو کاٹنے میں مصروف تھے'

اس ملک کا پھلنا پھولنا انہیں گوارا نہ تھا۔ انہوں نے محرومیوں کی ان داستانوں کو موثر ترین پیرائے میں بیان کیا۔ یہ زہر آہستہ آہستہ اندر ہی اندر سرایت کرتا چلا گیا۔ اور ایک وقت وہ آیا جب حقوق کے نام پر بھائی بھائی کے مقابل آن کھڑا ہوا۔ بھائی نے بھائی کی گردن کو توڑا۔ اس کے گھر کو آگ لگائی اور اس کی عزت و حرمت کو اپنے لئے جائز سمجھا۔ اسی حقوق کی جنگ نے مشرقی پاکستان کی جدائی کا صدمہ ہمیں سہنے پر مجبور کیا۔ آج یہی حقوق کی جنگ مغربی پاکستان میں بھی اپنے دائرہ اثر کو وسیع سے وسیع تر کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔ حقوق کی جنگ اور محرومیوں نے اس غلط نظام کی کوکھ سے جنم لیا ہے جو ستائیس سالوں سے کسی نہ کسی انداز میں اور کسی نہ کسی نام سے اس ملک میں رائج ہے' آج اس ملک کا ہر فرد اپنے مستقبل کے بارے میں پریشان اور خوفزدہ ہے۔ اور یہی پریشانی اور خوفزدگی اسے حقوق کی جنگ لڑنے پر مجبور کرتی ہے۔ اگر یہاں ہر فرد کو ان کی محنت و صلاحیت کا مکمل پھل ملے اگر کسی کی صلاحیتوں کا استحصال نہ کیا جائے اور کسی کو آگے بڑھنے سے نہ روکا جائے اگر حکمران منہ زور بننے کے بجائے جوابدہی کے جذبات سے مغلوب اور قانون کے دائرے میں رہیں' اگر جھوٹے پندار کے بتوں کی حفاظت کرنے کے بجائے ان کو توڑ دیا جائے تو تمام تر اضطراب ختم ہو سکتا ہے۔ نفرت کی دیواریں گر سکتی ہیں' اور ذہنی فاصلے کم ہو سکتے ہیں' اور معاشرہ دوبارہ اسی خود اعتمادی سے سرشار ہو سکتا ہے جس کے تحت اس نے آج سے ستائیس سال قبل اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔

کسی بھی نظریہ کو آپ خلا اور فضا میں نافذ نہیں کر سکتے بلکہ اس کے لئے ایک علاقے کی ضرورت ہے۔ اسی بناء پر ہمیں بھی اسلامی نظام کے غلبہ و حکمرانی کے لئے ایک علاقہ کی ضرورت ہے جو پاکستان سے بڑھ کر مفید' مناسب اور موزوں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پوری دنیا میں یہ واحد ملک ہے جو نظریہ کی بناء پر معرض وجود میں آیا۔ پھر یہاں ایک نسل موجود ہے جس نے پاکستان کی خاطر لوگوں کو کٹتے اور قربانی دیتے دیکھا ہے اور اسی خطہ کی نوجوان نسل واضح انداز میں اپنی قوتوں اور توانائیوں کو اسلام کے پلڑے میں ڈال چکی ہے' یقین نہ آئے تو اس ملک کے تعلیمی اداروں کا جائزہ لے لیجئے۔ آپکو قریبا ہر اہم تعلیمی ادارے اور یونیورسٹی میں جمعیت ہی کی یونین نظر آئے گی۔ طلبہ کا ہمارے

نمائندوں پر اعتماد کا اظہار کرنا' ان کو انتخابات میں ووٹ دینا' اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ اس ملک کی نوجوان نسل اسلام کے لئے ہی جینے اور مرنے کی تڑپ اپنے دل میں پیدا کئے ہوئے ہے۔ اگر محض مفادات اور وعدوں کی بنیاد پر ہی طلبہ کو ووٹ دینا ہوں تو پھر ان کی نگاہ انتخاب میں حکمرانوں کے حمایتی طلبہ ہی جچ سکتے ہیں' ہمارے نمائندے نہیں۔ کیونکہ مراعات کی نہر تو ادھر سے ہی بہتی ہے' ادھر تو صرف خلوص ہے' جرات ہے' وعدہ نبھانے کا جذبہ ہے اور اسلام کے لئے محبت ہے۔ پھر یہی وہ خطہ ہے جہاں بڑے منظم اور سائنٹیفک انداز میں دین کے غلبہ کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ اس لئے اس خطہ کا بچانا اور اس کی حفاظت کرنا ہر اس فرد کی ذمہ داری ہے جو اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں دیکھنا چاہتا' لیکن صاف ظاہر ہے کہ محض نعروں کی بنیاد پر تو اس ملک کو نہیں بچایا جاسکتا' یہ ملک بچ سکتا ہے تو صرف اس صورت میں جب یہاں کے عوام میں یکسانیت فکر ہو' جب یہاں قانون کو بالادستی نصیب ہو' جب یہاں لوگوں کی عزتیں محفوظ ہوں' جب یہاں کے لوگوں کو تحفظ کا احساس ہو' اور جب لوگوں کو ملک کا نظام چلانے میں شراکت کا بھی احساس ہو۔ یہ چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں جب تک اس ملک میں معاشی' معاشرتی اور سیاسی استحصال سے پاک فلاحی اور اسلامی معاشرہ قائم نہیں کر دیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی جمعیت طلبہ ہر قسم کے استحصالی نظام اور استحصالی گروہوں کی بالادستی کی مخالف ہے۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ طلبہ کی ایک تنظیم کو معاشرے کے معاملات میں یوں آگے بڑھ کر رائے دینے اور اثر انداز ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن میرے رفیق عزیز! طلبہ بھی اس معاشرے کا ایک جزو اور اہم حصہ ہیں۔ معاشرہ کی ہر تبدیلی ان پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ جب تک معاشرہ میں بے چینی ہے' اس وقت تک نوجوانوں کو احساس کی آگ میں جلنا ہی ہو گا۔ معاشرے کا اضطراب نوجوانوں کا اضطراب ہے اور معاشرے کا سکون نوجوانوں کا سکون ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم معاشرے کی صورت حال کا جائزہ لینے اور غلط صورت کو تبدیل کرنے پر مجبور ہیں۔ ہم وہ نظام غالب دیکھنا چاہتے ہیں' جس میں انسان تو رہے ایک طرف ایک کتے کے بھوکا مرنے پر بھی خلیفہ کو جوابدہی کا خوف ہو' وہ نظام جہاں ایک بدو کو بھی خلیفہ اور وقت کے حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر یہ کہنے کا حق تو کہ "عمر اگر تم نے کبھی ٹیڑھا ہونے کی کوشش کی تو ہم تلوار سے سیدھا کر دیں گے۔" وہ نظام جہاں حکمران' قوم کے خزانے کو امانت سمجھنے کے بجائے باپ دادا کی جاگیر سمجھتے ہوئے اللوں تللوں میں خرچ نہ کر ڈالیں' جہاں حکمران بھی قانون کے تابع ہوں اور قانون حکمران کے گھر کی لونڈی نہ بن جائے۔ وہ نظام جہاں اقتدار پر فائز ہونا مخصوص گروہ یا خاندان ہی کا حق نہ ہو' بلکہ معاشرہ کا ہر فرد صلاحیت کی بنیاد پر آگے بڑھ سکتا ہو اور اگر ایک چھابڑی لگانے والے کا بیٹا اپنی صلاحیت کے نتیجہ میں وزیر اعظم بن سکتا ہو تو محض غریب کا بیٹا ہونا اس سلسلہ میں اس کے لئے رکاوٹ ثابت نہ ہو' ہم وہ نظام لانا چاہتے ہیں جس میں کسی کا قریشی ہونا' کسی کا بلوچ ہونا' کسی کا پٹھان ہونا یا کسی کا راجپوت ہونا باعث شرف نہ ہو' بلکہ باعث شرف صرف تقوی ہو' پرہیز گاری ہو' خدا ترسی ہو۔ وہ نظام جس میں وقت کے بڑے بڑے سردار پیچھے دھکیلے جا رہے ہوں۔ اور محض تقوی کی بنیاد پر حضرت بلال ؓ کو حبشی اور غلام ہونے کے باوجود صف اول میں جگہ دی جا رہی ہو' بلکہ جس میں بندہ و آقا کی تمیز اٹھ جائے' تفریق مٹ جائے۔ اسلام کی لکیر وجہ امتیاز ٹھہرے جو لکیر سے ادھر وہ غیر اور جو ادھر وہ سب ایک۔ قطع نظر اس سے کہ کون کس قبیلے سے تعلق رکھتا ہے' کون سی زبان بولتا ہے' کون سے رنگ کا مالک ہے اور کس علاقے میں بستا ہے۔ ہم وہ نظام چاہتے ہیں جس میں تعلیمی اداروں کو تجارتی منڈیوں میں تبدیل نہ کیا جائے' جہاں مستقبل کے بارے میں کسی کو عدم تحفظ کا احساس نہ ہو' جہاں کی سیاست میں جھوٹ' دغا' فریب' حقوق غصب کرنے اور منافقت کی روش اختیار کرنے کی قطعاً گنجائش نہ ہو۔ اور جہاں کے متمول لوگوں سے لیا اور مستحق لوگوں میں تقسیم کیا جائے' جہاں مال و دولت کی بے قید دوڑ نہ ہو' جہاں عزت نفس کے مجروح ہوئے بغیر اور پکارنے سے پہلے داد رسی کو پہنچا جائے' جہاں راتوں کو عوام سکون کی نیند سوتے اور حکمران جاگتے نظر آئیں۔ دوسرے لفظوں میں مجھے کہنے دیجئے کہ ہم اس ملک میں محسن انسانیت ﷺ کا نظام غالب دیکھنا چاہتے ہیں جس میں ابوبکر ؓ کی صداقت نظر آئے' جس میں عمر فاروق ؓ کی عدالت نظر آئے' جس میں عثمان غنی ؓ کی حیا اور حضرت علی ؓ کی غیرت اور حمیت اور کراریت کا رنگ جھلکے۔ صرف یہی نظام معاشرے کو سکون فراہم کر سکتا ہے۔ اس قوم نے ستائیس

سال میں مسلسل اس نظریہ سے غداری کا رویہ اختیار کئے رکھا جس کے نتیجہ میں ملک دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا اور اگر اب بھی منافقت و غداری کا رویہ ترک نہ کیا گیا تو اس بچے کھچے ملک کا بھی مستقبل مخدوش ہو جائے گا۔ یہ ملک بچے گا تو صرف اسی نظریہ کے نام پر اور اس سے وفاداری کے نتیجہ میں------!

میرے عزیز ساتھی! اب تک کے خطوط میں بہت حد تک جمعیت کے پروگرامات کی تفصیلات سے آپ کو آگاہ کر چکا ہوں' ان خطوط کا ایک مرتبہ پھر ٹھنڈے دل و دماغ سے مطالعہ کیجئے اور اگر آپ کا دل اس بات کی گواہی دے کہ یہ تنظیم اس ملک کو باقی رکھنے کے لئے ایک اہم ضرورت ہے' اس کا پروگرام اسلامی نظام کے غلبہ کے سلسلہ میں موثر ترین پروگرام ہے' اس کے کارکنان اس اندھیرے ماحول میں سیرت و کردار کے چراغوں کو جلانے کی فکر میں ہیں' اور ان کے سینے اسلام کی خاطر ہر قسم کے زخم کھانے کے لئے کشادہ ہیں۔ تو پھر آگے بڑھئے جمعیت کے دروازے آپ کے لئے کھلے ہیں۔ اس سے پہلے کہ زندگی کی باگیں کھینچ لی جائیں' آیئے معرکہ خیر و شر میں اپنا فرض ادا کر دیں' اگر معاذ و معوذ ایڑیاں اٹھا کر میدان جنگ میں کودنے کے لئے بیتاب دکھائی دے سکتے ہیں تو ہم یہ کام کیوں نہیں کر سکتے؟

آپ کے نام کی مناسبت سے مجھے خالد بن ولید سیف اللہ یاد آ رہے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ بھی باطل کی تلوار بننے کے بجائے خدا کی تلوار ثابت ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ اس دور میں اسلامی نظام کیسے اور کب غالب ہو گا؟ لیکن میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ اب اسلام اس دھرتی کا مقدر ہو چکا ہے' خوش نصیب ہوں گے وہ افراد جو اسلام کے غلبہ کے سورج کو طلوع ہوتے دیکھ سکیں گے اور اس کی رو پہلی کرنوں کا استقبال کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔

مجھے دور جیل کے اس پار سے یہ صدا ہلکی ہلکی سر میں سنائی دے رہی ہے کہ

جو چل سکو تو چلو کہ راہ وفا بہت مختصر ہوتی ہے
مقام ہے اب نہ کوئی منزل فراز دار و رسن سے پہلے

اور یہ کہ

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگادو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا' ہارے بھی تو بازی مات نہیں

اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

والسلام

ظفر جمال بلوچ